یہ مُسلّم ہے کہ ہے باب الحوائج تیرا در
یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ عاجز ہے سر بر آستاں

کیسے ممکن ہے کہ بر آئے نہ اب دل کی مراد
ہو گدا مایوس تیرے گھر کا یہ شیوہ کہاں

تیرے دشمن بھی ہوئے تیری عطا سے بہرہ مند
میں تو بندہ ہوں ترا، بندہ بھی کیسا خستہ جاں

رحم کا طالب ہوں میں عبد گنہگار و ذلیل
آخر اے مولا ترا در چھوڑ کر جاؤں کہاں

چند سلام

علامہ سید کلب احمد ماتیؔ جائسی

نعمتِ دنیا نہیں یا دولتِ عقبیٰ نہیں
اے وصیِٔ مصطفیٰ قبضہ میں تیرے کیا نہیں

ہاں مجھے تیری ہوس اے جنت الماویٰ نہیں
تجھ سے بہتر کیا مرے شبیرؑ کا روضا نہیں

اک فلک ہے نصب جس کا خرچ کرتا ہے طواف
کربلا میں خیمۂ سلطانِ دیں برپا نہیں

قطعہ

جب اُٹھائی تیغ حیدرؑ نے ظفر تھی ہمرکاب
کب ہوا ایسا کہ میدانِ وغا جیتا نہیں

لافتیٰ الّا علیؑ لا سیف الّا ذوالفقار
اس صدا سے عرصۂ جنگاہ کب گونجا نہیں

ساتویں سے بند ہے شبیرؑ پر آب فرات
فاطمہؑ کے مہر میں گویا کہ یہ دریا نہیں

کربلا میں آ کے دیکھو منظرِ ذبحِ عظیم
ورنہ اک دنبہ تو پیغمبرؐ کا ہم پایہ نہیں

صبح عاشور یہ کہتے تھے رفیقانِ حسینؑ
شام تک یا ہم نہیں یا لشکرِ اعدا نہیں

خیر صدقہ ان کا جنت بھی سہی ماتیؔ مگر
مجھ کو تو دامانِ حیدرؑ چاہئے طوبیٰ نہیں

کیا ہے جو انساں کو خالق کا دیا ملتا نہیں
کیا جو پوشیدہ لکھا ہے بَرملا ملتا نہیں

منکرِ اجرِ رسالت کو خدا ملتا نہیں
ہاں خدا بے حُبِ آلِ مصطفیٰؐ ملتا نہیں

مانعِ عرفانِ واجب ہے یہ پندارِ وجود
ہاں خودی جب تک نہیں مٹتی خدا ملتا نہیں

غیر بھی راحت میں یوں ملتے ہیں جیسے اقربا
دُکھ میں ساتھی، عہدِ غم میں آشنا ملتا نہیں

سُن کے فریادِ پسر مقتل میں آئے ہیں حسینؑ
ڈھونڈھتے پھرتے ہیں لیکن دلربا ملتا نہیں

اُلفتِ حیدر بتاتی ہے صراطِ مستقیم
ورنہ بے اس شمع کے یہ راستا ملتا نہیں

پوچھتے ملک عدم کا حال لیکن کیا کہیں
جو گیا وہ جادہ پیمائے فنا ملتا نہیں

لا فتیٰ کی چرخ سے آواز تو آئی مگر
کہنے والا کون تھا اس کا پتا ملتا نہیں

چھوڑ کر ماتی درِ آلِ عبا جاؤں کہاں
سب کو دیکھا، مدعا کیا آسرا ملتا نہیں

بخششِ اُمّت شہادت کا صلہ مل جائے گا
خوں بہا شبیرؑ کا، اب خوں بہا مل جائے گا

کربلا ہے سرحدِ جنت جو اس در تک گیا
اُس کو جنت کا وہیں سے راستا مل جائے گا

شق تو ہو دیوار، آغوشِ حرم تو کھل چکے
بُت شکن بندہ، نصیری کا خدا مل جائے گا

نقشِ پائے مرتضیٰ پر جا رہا ہوں سر کے بل
خضر بیٹھیں، مجھ کو سیدھا راستا مل جائے گا

طے تو کر راہِ طلب اے میکشِ خمِ غدیر
حوضِ کوثر تک تو آ، ساقی ترا مل جائے گا

ہے بہارِ باغِ ایماں کربلا والوں کا رنگ
خاک میں کیا خونِ اربابِ وفا مل جائے گا

کشتیٔ عترت کی جانب دوڑ جُویائے نجات
نا خداؤں کی خوشامد کر خدا مل جائے گا

خاکِ قبرِ شاہ کا ہر ذرہ اک گنجینہ ہے
کربلا چل نسخۂ صد کیمیا مل جائے گا

خدا کے گھر میں اے شیرِ خدا جلوہ نُما ہونا
کہ ہے نامِ خدا تم کو نصیری کا خدا ہونا

شبِ ہجرت جسے اپنی جگہ بخشی پیمبرؐ نے
اسی کو ایک دن ہے جانشینِ مصطفیٰ ہونا

ہے تا آشوبِ چشمِ حیدرؑ آشوبِ ہزیمت بھی
بس ان آنکھوں کا کھلنا اور درِ خیبر کا وا ہونا

مسیحائے دو عالم کیوں نہ تجھ کو منتخب کرتا
تجھے تھا اے زمینِ کربلا خاکِ شفا ہونا

ہے پائینِ مزارِ شاہِ والا مرقدِ اکبرؑ
اسے کہتے ہیں مرکر بھی نہ قدموں سے جدا ہونا

یہاں ہر دُکھ میں کی مشکل کشائی تم نے ماتی کی
وہاں بھی یا علیؑ تم دردِ عصیاں کی دوا ہونا

ثبوتِ زورِ حیدرؑ قلعۂ خیبر سے ملتا ہے
کچھ اس سے بھی سوا جبریل کے شہپر سے ملتا ہے

پتہ شانِ علیؑ کا منظرِ کوثر سے ملتا ہے
لب ہر میگسارِ خُم لبِ ساغر سے ملتا ہے

وہ مکہ ہو کہ خُم، شب ہو کہ دن، منصب امامت کا
علیؑ کو حکمِ خالق، حکمِ پیغمبرؐ سے ملتا ہے

دیئے مولا نے راہب کو پسر، فطرس کو بال و پر
یہی کیا جس کو جو ملتا ہے ان کے در سے ملتا ہے

رہِ عرفاں میں نقشِ پائے حیدرؑ دیکھتے جانا — خضر کو بھی نشانِ منزل اس رہبر سے ملتا ہے
لکیریں سر خطِ معراج نکلیں پائے حیدرؑ کی — یہ نقشِ پا تو نقشِ دوشِ پیغمبرؐ سے ملتا ہے
شکوہ و رعبِ سقائے حرم مشک و علم پاکر — شہِ ساقیٔ کوثر فاتحِ خیبر سے ملتا ہے
قیامت کا سماں ہے آسماں کانپا، زمیں لرزی — شہِ بیکس کا چلّو گردنِ اصغر سے ملتا ہے
فلک کو ناز ہے اور ناز کچھ بیجا نہیں ماتیؔ — کہ رنگِ خیمۂ شہ گنبدِ اخضر سے ملتا ہے

❁

گوہرِ دندانِ سرور کا بیاں ہونے کو ہے — ابر نیسانِ طبیعت دُر فشاں ہونے کو ہے
کربلا میں خیمۂ سلطانِ دیں ہوتا ہے نصب — اور برپا زیرِ چرخ اک آسماں ہونے کو ہے
ارضِ خیبر میں کھنچی ہے میان سے تیغ علیؑ — دیکھئے زورِ ید اللّٰہی عیاں ہونے کو ہے
کاٹ کر مرحب کو پہنچی ہے زمیں تک ذوالفقار — اب جنوں کی قوم کی نوبت بجاں ہونے کو ہے
لا فتیٰ الاّ علیؑ لا سیف الاّ ذوالفقار! — قدسیانِ عرش کے وردِ زباں ہونے کو ہے
دیکھئے محشر میں رُتبہ ماتیؔ مداح کا — بیت کے بدلے عطا بیتِ جناں ہونے کو ہے

❁

اور کیا لاتا نچھاور آستانے کے لئے — ہیں دُرِ اشکِ الم شاہا! لٹانے کے لئے
لب سے حرمت سنگِ اسود کی بڑھانے کے لئے — پہلے بوسے شاہِ دیں کے آستانے کے لئے
سیرتیں آلِ نبیؐ کی سورتیں قرآن کی — ہیں ہدایت ہر تمدّن ہر زمانے کے لئے
کیوں مِنیٰ پر رشک ہے اے کربلا کی سادگی — لے حسینؑ آئے تجھے رنگیں بنانے کے لئے
استقامت شاہِ والا کی ترقی ہی پہ تھی — ہر بلا آتی تھی گویا دل بڑھانے کے لئے
اللہ اللہ کیا شرف ہے حیدرؑ و زہراؑ کے لال — مل گئے اے کربلا تیرے خزانے کے لئے
موت بھی رشکِ دمِ عیسیٰ ہے تیری اے حسینؑ — کام میں لائی گئی دیں کے جلانے کے لئے
قتل مرحب ہوچکا لیکن علیؑ کو ہے ابھی — بابِ خیبر کی ضرورت پُل بنانے کے لئے
کربلا کی موت ہے ماتیؔ حیاتِ جاوداں — کاش ہم جاتے وہاں دنیا سے جانے کے لئے

❁

فضیلت کس قدر حیدرؑ کی ذات محترم میں ہے — یہ پہلا باب ہے جو شقِ دیوارِ حرم میں ہے
ملائک کی جبینیں آسمانوں پر نہیں پاتیں — وہ رفعت یا علیؑ جو آپ کے نقشِ قدم میں ہے

جو شانِ جود آلِ شاہِ بطحیٰ میں ہے اے حاتم
کب اس کا ایک شمّہ بھی ترے بذل وکرم میں ہے

حقیقت التیام وخرقِ کعبہ کی نہیں کھلتی
مہندس آج تک حیران فکرِ کیف وکم میں ہے

مرے دامن میں جو آنسو گرے وہ تو نہ دوں گا میں
ملک اُس اشک کو لے لیں جو اب تک چشمِ نم میں ہے

غلامئ علیؑ ایماں بھی ہے روشن ضمیری بھی
ہے وہ بھی دل کے اک گوشے میں جو کچھ جامِ جم میں ہے

حیات وموت میں کیا فرق ہے میں تو نہیں سمجھا
ابھی جو سانس لی دنیا میں وہ ملکِ عدم میں ہے

خدا کے گھر میں نقشِ دوشِ پیغمبرؐ سے مل جانا
سعادت یا علیؑ یہ تیرے ہی نقشِ قدم میں ہے

اُلٹ دے تو حجابِ قدس ایسے میں اگر چاہے
بلندی سی بلندی تیری معراجِ حرم میں ہے

زباں کو سوچ کر جنبش میں لا جلدی نہ کر مُنعم
ارے بیم و اُمیدِ دل تری لاؤ نعم میں ہے

ہیں یکساں رُوح پرور احمرین و اخضریں جامے
تفاوت کیا قتیلِ خنجر ومقتولِ سم میں ہے

انوکھی ہے روش دشتِ بلا کے ہر مجاہد کی
قدم جنگاہ میں رکھا کہ بس باغِ ارم میں ہے

ابھی خامہ لیا ماتؔی ابھی یہ شعر کہہ ڈالے
یہ تائیدِ علیؑ شامل ترے زورِ قلم میں ہے

❁

تابِ نظارہ نہیں یا رب یہ کس کا نور ہے
آستانِ شاہِ دیں یا جلوہ گاہِ طور ہے

کعبۂ دل حُبِّ اہلِ بیت سے معمور ہے
منزلِ جاں اُن کی الفت سے محلِّ نور ہے

سر بہ نقشِ پائے حیدر کٹ رہی ہے زندگی
ہاں پرستارانِ اُلفت کا یہی دستور ہے

دل مرا غوّاص ہے دریائے عشقِ آل کا
یعنی سیرِ ساحلِ کوثر اسے منظور ہے

مر کے بھی رویا کروں گا میں غمِ شبیرؑ میں
حشر تک رستا رہے گا دل میں وہ ناسور ہے

تیرے قدموں میں ہے کوثر اے علمدارِ جری
قصد ہی کی دیر ہے یہ گھاٹ کتنی دور ہے

قطعہ

واہ اے قاسم یہ شانِ حرب اور یہ کمسنی
خود سے تازینِ فرس جانے سے تو معذور ہے

پھر بھی میداں میں تری تلوار کی بیٹھی ہے دھاک
خوف سے جس کے فراری لشکر مقہور ہے

چار نامی پہلواں بھی کر چکا فی النار تو
جن کا باپ ازرق فنونِ جنگ میں مشہور ہے

آفریں ابنِ حسنؑ اب مار لے ازرق کو بھی
دیکھ لے وہ بھی کہ دوزخ اس سے کتنی دور ہے

بھیک دو مولا تم ابنِ احمدِ مختار ہو
در پہ حاضر اک بھکاری ماتؔی مجبور ہے

❁